

- یہ بات بھی کہ فائدہ مند تھیں نے کسی طرح ہندوستان پر ضروری تھی۔
- یہ بات بھی کہ فائدہ مند تھیں نے کسی طرح ہندوستان پر اپنی حکومت برقرار رکھی۔
- یہ بات بھی کہ فائدہ مند تھیں نے کسی طرح ہندوستان پر اپنی حکومت برقرار رکھی۔

## ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد

عرب میں طوع اسلام:

571ء میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ انھیں صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں نبوت فرمایا۔ آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کی اور اسے چاروں ملک عالم میں پھیلا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا نزول:

برصغیر جس کو پاک و ہند کہا جاتا ہے۔ قدیم زبانوں میں اس کو "ہند" کے نام سے لکھا جاتا تھا۔ سرائیکی زبان میں

(Sindh) کہا جاتا ہے۔ یہی اس وقت ہند کا ہی حصہ شمار ہوتا تھا۔

قصص البتین کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی لٹکا میں اتارے گئے تھے اور حضرت حوا علیہا السلام عرب میں۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کو

ڈھونڈتے ہوئے عرب تک پہنچے اس طرح ہند اور عرب کا ملاپ ہوا۔

انفرادی  
ساتھ  
ایک  
تک  
تک  
تک  
تک  
تک



## عرب اور ہند کے تعلقات:

عرب اور ہند کی کھدائی سے پتہ چلتا ہے کہ ۳ ہزار سال قبل مسیح میں عرب اور ہند کے تجارتی تعلقات تھے۔ عرب کے جنوبی حصے عمان اور مسقط کی کھدائی سے مشتق ہے کئی چیزیں ایسی ہیں جو ہند اور عرب میں مشترک ہیں۔ اس لئے ان میں ایک تہذیبی تعلق پایا جاتا ہے۔ ان میں ایک بت پرستی ہے۔ ہند میں بت پرستی بہت زیادہ تھی، اسی طرح عرب میں بھی بت پرستی کا رواج عام تھا۔ اس کے علاوہ ہم پرستی بھی دونوں ملکوں میں مشترک طور پر پائی جاتی تھی۔

زمانہ قدیم میں ایران کو ایک مضبوط اور مستحکم طاقت کی حیثیت حاصل تھی اور عرب کے چند علاقوں پر اس کا قبضہ تھا۔ دوسری طرف موجود سندھ اور بلوچستان کے علاقائی حکمران ایرانی حکومت کے زیر اثر تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت سے ہندی باشندے ایران کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور انہوں نے عرب کے ان علاقوں میں سکونت اختیار کر لی تھی، جو ایران کے زیر اقتدار تھے ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو ہندوستان کی بعض مصنوعات عرب کے شہروں اور قصبوں میں لے جاتے تھے اور فروخت کرتے تھے اس طرح دونوں خطوں یعنی برصغیر اور عرب کے درمیان روابط اور تجارت کی ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی جو آہستہ آہستہ بڑھتی گئی اور ترقی کرتی گئی۔

## عرب میں ہندوستانی لوگ:

عرب کے متعدد مقامات میں برصغیر کے کئی گروہ آباد تھے جو مختلف خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل سطور میں کیا جاتا ہے۔

### زط (جاٹ):

زط عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی "جاٹ" یعنی "جٹ" کے ہیں۔ یہ برصغیر کی وہ قوم اور وہ گروہ ہے۔ جس کے بہت سے افراد قدیم دور سے عرب میں آباد تھے۔ یہ لوگ حقیقت میں پنجاب اور سندھ اور بعض مورخین کے مطابق بلوچستان میں بھی موجود تھے۔ لسان العرب میں ان کے بارے میں ہے۔ "زط" سندھ کے سیاہ رنگ کے لوگ ہیں۔ کہا جاتا ہے زط ہندی لفظ جٹ کا معرب ہے اور یہ لوگ اہل ہند میں سے ہیں۔ جن کے رنگ سیاہی مائل ہیں اور ہندوستان کی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔

### مکہ مکرمہ میں زط:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت خود مکہ مکرمہ میں جاٹ موجود تھے اور لوگ ان کے لباس اور ہیئت کے بارے میں اچھی طرح واقف تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں حضرت محمد ﷺ علیہ وسلم و علیہ السلام ایک دن عشاء کی نماز کے بعد بلعائے مکہ میں لے گئے۔ وہاں انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کی شکل و شہادت جانوں کی سی تھی اس طرح مدینہ منورہ میں بھی بہت عرصے سے کچھ جاٹ موجود تھے۔

### مید:

برصغیر کا ایک اور گروہ جو زمانہ قدیم سے عرب میں موجود تھا۔ عربوں کی عام بولی میں انہیں "مید" کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے یہ ایران کی فوج میں بھرتی ہو کر ایران سے عربوں کے شہروں میں گئے۔ عرب ان کو "مید" اس لئے کہتے تھے کہ یہ بکری قزاق اور ڈاکو تھے جو عربوں کے بہاد اور گتھیاں لٹاتے تھے۔ ان کے بارے میں جو سندری راستے سے ان کا تھان کو نقصان پہنچاتے تھے۔



مختلف کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ بنیادی طور پر سندھ کے ساحلی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وہ پلیرے تھے، جنہوں نے پہلی صدی کے آخر میں اس جہاز کو لوٹا تھا جو سراندیپ سے آ رہا تھا اور جس کی سرکوبی کے لیے قانج بن جوسف نے محمد بن قاسم کو ہندوستان بھیجا تھا۔

سہا سہجہ:

یہ ایک اور گروہ تھا جو عرب میں تھا تاریخ و جغرافیہ اور لغت کی کتابوں میں بتایا گیا کہ سہا سہجہ سندھ اور ہند کے مضبوط جسم و جان کے مالک تھے اور قوی و پیکل لوگ تھے، جو بحری سفر میں مسافروں کی جان و مال کی حفاظت کرتے تھے اور یہ کام انہوں نے بطور پیش اختیار کر رکھا تھا۔ مید گروہ سے تعلق رکھنے والے سمندری مسافروں کو لوٹنے جبکہ سہا سہجہ ان کا تحفظ کرتے تھے اور جہاز کے مالکوں سے اس کا معاوضہ لیتے تھے۔

لسان العرب میں یہ بھی بتایا گیا کہ جب بھرہ آباد ہوا تو سندھ و ہند کے سہا سہجہ کو وہاں جیل اور خزانے کی حفاظت کے لیے رکھا گیا۔ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ مسلمان ہوئے۔

اساورہ:

ایک اور گروہ اساورہ تھا، یہ لوگ برصغیر کے تھے مگر عراق اور یمن کے ساحلی علاقوں پر آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے وہاں کے زرخیز علاقوں اور معیشت پر کنٹرول حاصل کر لیا اور بعد میں سیاست میں بھی قدم رکھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ساحلی علاقوں پر ایران کا قبضہ تھا اور اساورہ کو ایران کی سرپرستی حاصل تھی۔ یہ لوگ شاہان ایران کے نام سے ان علاقوں پر حکومت کرتے تھے۔ عرب میں ان لوگوں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے۔ مختصر یہ کہ پتہ چلتا ہے کہ عرب اور برصغیر کے تعلقات بہت قدیم تھے اور ان ملکوں کے لوگ اسلام سے قبل کسی نہ کسی صورت میں ایک دوسرے سے متعارف تھے اور برصغیر یعنی ہندوستان کی مختلف نسلوں کے لوگ عرب میں آباد تھے۔

تجارتی تعلقات:

ازمنہ قدیم سے عرب اور ہندوستان و پاکستان کے باشندے ایک دوسرے سے متعارف تھے، دونوں قوموں کے درمیان تجارتی تعلقات قائم تھے۔ جزیرہ نما عرب اس وقت دنیا کی سب سے بڑی شاہراہ تجارت پر واقع تھا اور عرب دنیا کے پہلے جہاز ران تھے اس لئے انہوں نے مشرق اور مغرب کے درمیان ایک واسطے کا کام کیا ان کے جہاز بحرین سے روانہ ہو کر مشرق کی طرف لوٹنے اور پاک و ہند کے سواحل مانا بار اور کارو منڈل سے ہوتے ہوئے لکا، انڈیمان، برہامالیا اور چین تک جاتے۔ مشرق ممالک سے خرید و مال عرب میں آتا اور وہاں سے سواحل شام تک خشکی کے ذریعے پہنچا دیا جاتا، پھر وہاں عربوں کے جہاز اسے اس زمانہ کے مستند مغربی ممالک میں پہنچا دیتے۔



عربوں اور برصغیر کے لوگوں کے درمیان یہ تجارت اسلام سے سینکڑوں برس پہلے سے جاری تھی۔ طلوع اسلام کے بعد بھی عرب ہجرت کرتے رہے اور فتح سندھ سے پہلے ساحل ہندو پاکستان پر مسلمان تاجروں کی نوآبادیاں قائم ہو گئیں۔ مقامی راجاؤں سے مسلمان تاجروں کے تعلقات اچھے تھے۔ مسلمانوں کو تبلیغ، مذہب اور عبادت کی آزادی تھی۔

مشہور منڈیاں:

عرب کی جن منڈیوں میں برصغیر کی چیزیں بھیجی جاتی تھیں۔ وہ اس دور کی مشہور منڈیاں تھیں۔ مثلاً ابلہ، علفار، صحر، عمن، جاد، دسہ، ابلہ، یمن، حران، مارب وغیرہ ابلہ تجارتی اشیاء کے اعتبار سے عرب کا مشہور مرکزی مقام تھا۔ قاضی مبارکپوری نے لکھا ہے کہ جب 14ھ میں حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے ابلہ فتح کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی مرکزیت کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے:

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ابلہ کی فتح سے نوازا۔ یہ وہ مقام ہے جو عمان، بحرین، فارس، ہندوستان اور یمن سے آنے والوں کی بندرگاہ ہے۔ اس کے علاوہ فلسطین، بہت بڑا اور تجارتی قدیم مرکز تھا۔ سندھ اور ایران سے تجارتی قافلے یہاں آتے تھے۔ اس کے علاوہ یورپ اور افریقہ سے بھی تجارت ہوتی تھی۔ یہاں کی تہذیب اور ثقافت کے اثرات پوری دنیا پر پڑے۔

بحری تجارت:

یہاں تجارت زیادہ تر کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے ہوتی تھی کیونکہ خشکی کا راستہ دشوار گزار اور مشکل تھا۔ اس کے علاوہ ہند سے جدہ تک تجارت بحری جہازوں کے ذریعے ہوتی تھی اور اس کے بعد دیگر عرب میں خشکی کے ذریعے تجارت ہوتی تھی۔ قرآن پاک میں 20 مقامات پر بحری جہازوں کا تذکرہ آیا ہے۔ مکہ مکرمہ بھی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا اور مختلف ملکوں کے تجارتی قافلے اس شہر میں آتے تھے اور اپنا مال فروخت کرتے تھے۔

ہند میں آباد عرب:

روایات میں ہے کہ عرب کے ایک قبیلے "بنو تیم" کے آباؤ اجداد تجارتی مقاصد کے لئے سری لنکا (سراعیپ) میں گئے اور وہاں آباد ہو گئے۔ ایک نئی شاخ "بنو ربیع" بنی چنانچہ جب عرب کے قبائل مسلمان ہوئے تو یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ ایک عورت جس نے بنو ربیع کے لئے خط لکھا بنی ربیع سے ہی تعلق رکھتی تھی۔

بہت سی روایات میں ہندوستان سے متعلق کئی باتوں کا ذکر ہے۔ مثلاً: حضرت آدم رضی اللہ عنہ پہلے ہندوستان میں اترے گئے ایک روز ثابت ہے کہ انہیں خانہ کعبہ کے مقام پر اتارا گیا اور پھر وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہوئے۔

ایک اور روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوستان کے شہر قنوج کا ہندو حکمران راجہ سرپانک کہتا ہے کہ میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زیارت کی۔ اسی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ ہندو عرب کے تعلقات ابتدائے آفرینش سے ہی قائم تھے۔







## دہلی کی فتح:

کراچی کی سببازی کی بندرگاہ بہت بعد میں انگریزوں کے دور میں بنی۔ اس سے پہلے کراچی کے لئے سون سیالی کی بندرگاہ ہی زیر استعمال تھی۔ یہی دہلی کہلاتی تھی چونکہ اب کراچی بہت پھیل گیا ہے تو آج کل کراچی ہی کو دہلی کہا جاسکتا ہے اس دور میں پورے برصغیر پورے سندھ کو دہلی ہی کے ذریعے صنعت، تجارت، حرفت درآمد و برآمد کی جاتی تھی۔ سن 712ء بروز جمعہ بمطابق 93ھ میں محمد بن قاسم کرمان کے راستے دہلی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے دہلی سندھ کی ایک مشہور بندرگاہ تھی جو موجودہ کراچی سے دس بارہ میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ یہ شہر سندھ میں بدھوں کا مرکز تھا۔ یہاں ایک پختہ قلعہ تھا۔ اس کے وسط میں مندر تھا۔ اس مندر کی چوٹی پر ایک سرخ رنگ کا جھنڈا ہر وقت لہراتا رہتا تھا، جو ہوا کی گردش سے تمام شہر پر چاروں طرف گھومتا تھا۔ یہ سرخ پرچم عوام کا مرجع عقیدت تھا ان کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ جھنڈا مندر کے کلس پر لہراتا رہے گا۔ دشمن اس شہر پر قابض نہیں ہو سکتا۔ حجاج نے محمد بن قاسم کو مشورہ دیا کہ منجیق سے سنگ باری کر کے کلس کو توڑ دو۔ چنانچہ عروس نامی ایک بہت بڑی منجیق نے سنگ باری کر کے کلس کو توڑ کر جھنڈے کو گرادیاتھا۔ اس سے ضعیف الاعتقاد محصورین کے حوصلے پست ہو گئے۔ آخر گھسان کی جنگ کے بعد دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اس پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ یہ لشکر اسلام کی پہلی فتح تھی۔ اس لئے جذبہ انتقام اور حمیت اسلام کے تحت کچھ لوگوں کو متنبہ کرنے کی غرض سے محمد بن قاسم نے دشمن لشکر کو تیغ کیا اور اہل شہر کی بھی اچھی طرح سرزنش کی۔ مسلمان قیدیوں کو جن کے باعث جنگ شروع ہوئی تھی۔ قید و بند سے آزاد کر کے ان کے آرام و آسائش کا انتظام کیا۔ جیل کا محافظ (جیلر) جس کا نام قبلہ تھا جو بدھ مت کا پیرو تھا اس نے دوران قید مسلمان قیدیوں سے بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ محمد بن قاسم نے اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ قبلہ بڑا ہنرمند اور لائق افسر تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ محمد بن قاسم نے اسے دہلی کی نیابت اور انتظام پر مامور کیا۔ ابن قاسم نے دہلی میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور یہاں چار ہزار مسلمان گھرانے آباد کئے۔ راجہ داہر کے زمانے کے وہ تمام مسلمان قیدی بھی دہلی میں بے سادیئے گئے جن کی مدد کی خاطر حجاج بن یوسف گورنر عراق نے فوجی کارروائی کا آغاز کیا۔

## نیرون کی فتح:

دہلی یعنی کراچی سے آگے اندرون سندھ کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ اب مسلمان فوج اندرون سندھ آگے بڑھتی چلی گئی۔ دہلی میں ابن و امان اور قلم و ضبط قائم کرنے کے بعد محمد بن قاسم اب نیرون کی طرف بڑھا جو دہلی سے تین دن کی مسافت پر موجودہ حیدرآباد کے جنوب میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ نیرون کی آبادی بدھ مت پر مشتمل تھی اور یہاں کا حاکم بھی بدھ مت کا پیرو تھا جس نے داہر کو خبر کیے بغیر ایک وفد حجاج کی خدمت میں بھیج کر اپنے لوگوں کے لئے امان کا پروانہ حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے محمد بن قاسم کی فوج قریب پہنچی تو اس نے بڑے تزک و احترام کے ساتھ محمد بن قاسم کا استقبال کیا اور اسے ہر طرح کی وفاداری کا یقین دلایا۔ نیز اسلامی لشکر کے لئے سامان رسد کا پورا انتظام کیا۔ محمد بن قاسم نے بھی اسے خلعت سے سرفراز کر کے اس کی عزت افزائی کی۔ نیرون میں بھی محمد بن قاسم نے ایک مسجد تعمیر کروائی جس کا باقاعدہ امام مقرر کر کے منیگانہ نماز کا اہتمام کیا گیا اور حالات کی نگرانی اور احتساب کے لئے محمد ذیلی بصری کو کو تو وال مقرر کیا۔ اس طرح کراچی سے نیرون تک کا سارا علاقہ محمد بن قاسم کے ماتحت آ گیا۔

## کنکن کی فتح:

کنکن اس دور میں سیستان کہلاتا تھا اور سندھ کا بڑا اہم شہر تھا۔ یہ علاقہ بھی راجہ داہر کے ہی ماتحت تھا کیونکہ یہاں اس کا چچا زاد



(Cousin) عسکران تھا۔ محمد بن قاسم کو خیرون کی فتح کے بعد بہترین لوہی برتری حاصل ہو چکی تھی۔ نیز خیرون کا عسکران محمد بن قاسم کی بھرپور مدد کر رہا تھا۔ چنانچہ خیرون پر قبضہ کے بعد محمد بن قاسم سے ستان (سہان) کی طرف بڑھا۔ رہبری کے لئے خیرون کا حاکم بھورکن اس کے ساتھ تھا۔ خیرون اور سیستان کے درمیان واقع بہرج کے عوام کو اطاعت گزار بنانا ہوا محمد بن قاسم سے ستان پہنچ گیا۔ جس پر اس وقت راجہ داہر کے چچا چندر کا جہا ہے رائے (جرا) عسکران تھا۔ سیستان کی بدھ آبادی نے حاکم شہر ہے رائے (جرا) سے کہا کہ ہمارا مذہب امن کی تلقین کرتا ہے ہم لڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ حملہ آوروں کو حجاج کا فرمان ہے کہ جو بھی امان مانگے۔ اسے امان دو۔ تم کہو تو ہم ان سے صلح کی گفت و شنید کریں۔ اہل عرب اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ ہے رائے نہ مانا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ محمد بن قاسم کو بطبروس کے ذریعے معلوم ہوا کہ سیستان کے لوگ جنگ کے لئے متعلق نہیں۔ شہر کے عوام نے بھی اسے کہلا بھیجا کہ ہم لڑائی نہیں چاہتے۔ آخر حاکم شہر ہے رائے نے جب دیکھا لوگ اس کے ساتھ نہیں تو ایک ہفتہ تک مقابلہ کرنے کے بعد رات کو قلعہ سے نکل بھاگا۔ اہل شہر نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے لوگوں سے روادارانہ سلوک کیا اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے حجاج کو بھجوا دیا۔ بقیہ عہادین میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح اس نے نہ صرف مقامی لوگوں کے دل جیتے بلکہ اپنی فوج کے سپاہیوں کے بھی دل جیت لئے۔

### بدھیا اور سیسم کی فتح:

اندرون سندھ میں آگے اہم شہر سیسم تھا۔ سیستان کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی فوج متعین کر کے محمد بن قاسم نے سیسم کا رخ کیا۔ راستے میں بدھیا کا حاکم "کا کا کوٹک" جو رانا کے لقب سے مشہور تھا اپنے تمام ماتحت سرداروں اور دوستوں کو ساتھ لے کر سپہ سالار اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلا کر اطاعت گزار ہوا۔ محمد بن قاسم نے بھی اس کی عزت افزائی کی اور خلعت سے سرفراز کیا۔ آئندہ فتوحات میں اس کے مشوروں سے بڑی مدد ملی۔ محمد بن قاسم بدھیا کا انتظام والہرام "کا کا کوٹک" کے سپرد کر کے قلعہ سیسم پر حملہ آور ہوا۔ سیسم میں ہے رائے پناہ گزین تھا اس نے مسلمان لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن شکست سے دوچار ہو کر میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کی افواج نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ سیسم کے لوگوں پر خراج عائد کر کے ان کے اطمینان کے لئے انہیں ایک عہد نامہ لکھ کر دیا گیا۔ عید بن وداع اور عہد اقیس جاردی کو ان پر حاکم مقرر کیا گیا۔ یہاں تک سارا سندھ اب مسلمانوں کے قبضے میں تھا لیکن ابھی اس کے اصل حاکم راجہ داہر سے منٹا ہوا تھا۔

### راجہ داہر سے فیصلہ کن جنگ:

دریائے سندھ کے پار راجہ داہر اپنی راجدھانی میں مستحکم بیٹھا تھا۔ یہ شہر اوڑکھلاتا تھا۔ فتح سیسم کے بعد محمد بن قاسم آگے بڑھنے کو ہی تھا کہ حجاج کا حکم آ گیا کہ خیرون واپس آ کر میران (دریائے سندھ) عبور کر کے راجدھانی کی طرف پیش قدمی کر دو اور راجہ داہر سے فیصلہ کن جنگ کرو۔ چنانچہ لشکر اسلام خیرون واپس آ گیا اور دریائے سندھ کے انتظامات میں لگ گیا اس اثنا میں کوفہ سے دو ہزار تازہ دم فوج کی سبھی پہنچی مبنی۔ ساتھ ہی بیت کے ساجہ "موکاہیسا" نے محمد بن قاسم کی مسلسل فتوحات اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر "اطاعت" قبول کر لی۔ اس نے لشکر کی رہنمائی اور دریائے سندھ کے لئے بے شمار کشتیوں کی فراہمی کا کام اپنے ذمہ لیا۔ داہر ابھی تک اس گمان میں تھا کہ محمد بن قاسم واپس چلا جائے گا۔ اس لئے اس نے مخالفت کی بھی کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ محمد بن قاسم نے داہر کو آخری بار اطاعت گزاری کا مشورہ دیا لیکن اس نے حسب سابق اس مشورہ کو ٹھکرا دیا۔ اب محمد بن قاسم نے کمال گت سے دریائے سندھ پر کشتیوں کا ایک ہلی بانڈھ کر اپنی پوری فوج کو ساتھ



سازدہاں پارا تار دیا۔ اس سے پریشان ہو کر راجہ داہر راوڑ سے باہر نکلا اور پانچ ہزار گھڑ سواروں میں ہزار پیادہ فوج جو سر سے پاؤں تک زرد بکھرے ہوئے تھے اور ایک سو جنگی ہاتھیوں کی معیت میں مقابلہ پر آیا۔ محمد بن قاسم نے انتظام کیا کہ راجہ داہر کو ملتان یا لاہور سے کوئی کمک نہ مل سکے۔

راوڑ کی فتح:

10 رمضان المبارک 93ھ کی صبح دونوں فوجیں میدان جنگ میں صف آراء ہوئیں۔ داہر کا لڑکا حبیب (بچہ سنگھ) دس ہزار سواروں کے ساتھ قلب میں کھڑا ہوا تھا۔ داہر جنگی ہاتھیوں کے جلو میں ایک کوہ پیکر سفید ہاتھی پر سوار تھا۔ محمد بن قاسم نے دشمن کی بھاری جمعیت کے پیش نظر اپنی افواج کو جدید طریقے سے ترتیب دیا۔ میمنہ اور میسرہ پر علی الترتیب حنظلہ کلانی اور ذکوان بن علوان بنو بکری کو مقرر کیا۔ خود قلب لشکر میں موجود رہا۔ ابو صابر ہمدان کو خصوصیت سے ہاتھیوں کے مقابل رکھا۔ ہزیل بن سلمان زیاد اذری، مسعود کلپی، طارق راسی قلب کے آگے تھے۔ مقدمہ میں محمد بن زیاد عبدی اور بشر بن عطیہ مقرر ہوئے۔ دوسری طرف مصعب بن عبد الرحمن ثقفی اور خزیم بن عروہ مدنی تھے جو داہر کے متاعی گھڑے کئے گئے۔ سواروں کے تین حصے کئے۔ ایک قلب میں دوسرا میمنہ میں اور تیسرا میسرہ میں رکھا۔ اس طرح نفت اندازوں (آتش گیر مادہ) کو جن کی تعداد نو سو تھی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد سپہ سالار اسلام نے اپنی افواج کو یوں چاہ کیا۔

”اے عربی نژاد لوگو تم اپنے وطن اور اہل و عیال سے علیحدہ ہو کر اس سرزمین میں آئے ہو جہاں تمہارے دشمن تم سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ اس لئے سارا بھروسہ خدا پر رکھو وہی کامیابی عطا کرنے والا ہے۔ جنگ شروع ہو تو ہر شخص کو اپنے فرائض کا خیال رکھنا چاہئے۔“

جب جنگ کا آغاز ہوا بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ عربوں نے جنگی ہاتھیوں سے بچنے کے لئے پچکار یوں سے ان پر روغن نفت (آتش گیر تیل) پھینکنا شروع کیا۔ ہاتھی اس سے ڈر کر پیچھے بھاگے اور راجہ پورس کے ہاتھیوں کی مانند اپنے ہی لشکر میں تباہی مچانے لگے۔ اس فزائی میں لشکر اسلام کے نیزہ باز اور تیر انداز دشمن پر پل پڑے۔ اس اثنا میں ایک نفت بردار نے داہر کے ہاتھی پر تیر پھینکا جس سے داہر اسیر ہو کر بھاگا اور دریا میں جا گھسا۔ داہر بمشکل جان بچا کر قلعہ راوڑ میں پناہ گزین ہوا مگر دیکھ کر کہ اس کے بڑے بڑے سردار اور اعزہ و اقرب مارے جا چکے ہیں وہ پیادہ پائی کھوار سونت کر عربوں سے لڑنے لگا۔ آخر غروب آفتاب کے قریب ایک عرب نے کھوار کا ایک بھر پور وار کر کے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اس طرح راجہ داہر کے اقبال کا آفتاب 10 رمضان المبارک 93ھ بمطابق 20 جون 712ء کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی گویا پورا سندھ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

ملتان تک فتوحات:

فکست خوردہ سندھی فوج نے قلعہ راوڑ میں پناہ لی تھی۔ یہاں رانی بائی قلعہ بند ہوئی پھر شکست سامنے دیکھ کر رسم جوہر ادا کرتے ہوئے اندوہل مری۔ راجہ داہر کا وزیر سی ساگر حاضر ہو کر امان کا طالب ہوا۔ یہاں کے بعد محمد بن قاسم برہمن آباد پہنچا۔ پھر راوڑ فتح کرتے ہوئے ملتان تک پہنچ گیا جو سندھ کا آخری شہر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس کی سرحدیں شمالی کشمیر اور مشرق میں دریائے راوی تک تھیں۔ محمد بن قاسم کشمیر کا راجہ تک خود پہنچا اور اس طرح ملتان تک کا علاقہ اس کے قبضہ میں آ گیا۔ یہی ہندوستان میں مسلمانوں کی باقاعدہ آمد تھی۔